اقوام عالم کے درمیان دوستانہ تعلقات اور آزادئ بیان

۲۰۰۵ء کے آخری مہینوں کے دوران بعض مغربی ملکوں میں اخباروں اور نشریاتی اداروں نے آزادی بیان کے نام پر مسلمانوں کے مقدسات کی توہین اور ان کے جذبات کو مجروح کرنے کی ایسی شرانگیز اور دل آزار سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا کہ ہمیں ''راہ اسلام'' کے موجودہ شمارہ میں آزادئ بیان جیسے عنوان کی صحیح معنویت کو اجاگر کرنے کے لیے ایک مخصوص گوشہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اس اہم موضوع کے مختلف پہلوؤں کا بھرپور مطالعہ اور تجزیہ کیا جاسکے۔ درحقیقت آزادی بیان گذشتہ چند دہائیوں کے دوران نہایت بحث انگیز موضوع رہا ہے۔ اس موضوع پر ہونے والے عالمی مباحثات عالم اسلام اور مغربی دنیا کے درمیان موجود تعلقات پر پوری طرح اثرانداز رہے ہیں۔ اس معرکہ آرائی میں بعض مغربی اداروں کا موقف یہ رہا ہے کہ وہ آزادئ بیان کی آڑ میں اسلامی مقدسات کی بے حرمتی اور الٰہی پیغمبروں کی برہانیت کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ دوسری طرف مسلمان اقوام ہیں جو ان مغربی ممالک کی اور ان نشریاتی اداروں کی اس مذموم حرکت کی تردید کرتی ہیں۔ دنیا کی ان مسلمان قوموں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ اہانت آمیز اقدامات نہ صرف یہ کہ اتفاقی نہیں ہیں بلکہ آزادئ بیان کے نام پر یہ ایک منظّم اور منصوبہ بند سازش ہے جس کو ایک خاص مقصد کے لئے چلایا جارہا ہے تاکہ مسلمانوں کے مجروح جذبات کو برانگیختہ کرکے ان کے ردعمل کو اپنے مخصوص سیاسی اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکے۔

ظالم آن قومی کہ چشمان دوختند
زان سخن ھا عالمی را سوختند

یعنی وہ قوم ظالم ہے جس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنی باتوں سے پوری دنیا میں آگ لگادی۔

عدل وانصاف کی طالب مسلمان قومیں ان اسلام دشمن طاقتوں پر جو اعتراضات کررہی ہیں انہیں

مختصر لفظوں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اسلامی مقدسات کی اہانت میں سرگرم یہ اسلام دشمن طاقتیں اپنے دعوے میں سچی نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک طرف آزادیٔ بیان کی آڑ میں یہ مسلمانوں کے مذہبی مقدسات کی توہین کو جائز قرار دیتی ہیں اور دوسری طرف ایک نامور مصنف، مورخ اور مفکر کو ایک علمی و تحقیقی کتاب لکھنے کے جرم میں تین سال کی سزائے قید سناتی ہیں ۔ اس تضاد کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟ ایک محقق اور دانشمند کی سرکوبی کے اس واقعہ کے بعد نہ صرف یہ کہ آزادیٔ بیان کی حمایت میں ان کا زوردار نعرہ اور مظاہرہ محض ایک جھوٹا اور نمایشی دعویٰ ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کی نیت او رصداقت پوری طرح مخدوش ہوجاتی ہے اور ان کی کسی بات پر ایک لمحہ کے لئے بھی بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ مغربی طاقتیں عالمی سطح پر انسانوں کے درمیان مساوات اور برابری کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہیں جبکہ ان ممالک کے داخلی قوانین میں مذہبی امتیاز نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ صرف سرکاری مذہب کے دینی مقدسات کو ہی قانونی حمایت فراہم کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض ممالک کے داخلی قوانین میں ممکن ہے کہ کہی گئی بات کے ایک حصہ کو جرم قرار دیدیا جائے۔ ان ممالک کی عدالتوں کے رویہ سے بھی یہ ظاہر ہوچکا ہے کہ بعض شہریوں کے مقدسات کی توہین جرم کے دائرہ میں آتی ہے جبکہ دوسرے شہریوں کے مقدسات کی توہین انعام واکرام کی حامل ہے۔ بات کسی ایک یوروپی ملک کی نہیں بلکہ انسانی حقوق کی یوروپی عدالت ایک مخصوص مقدمہ میں اس مذہبی امتیاز کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر اپنی مہر تائید ثبت کرچکی ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو اس حقیقت کا بخوبی علم ہے کہ آزادیٔ بیان درحقیقت آزادیٔ مطلق نہیں ہے بلکہ بہت سے شرائط اور حدود و قیود کی حامل ہے۔ یہ محدودیت دوسرے لوگوں کی آزادی اور ان کے حقوق کی حفاظت سے وابستہ ہوسکتی ہے یا اس میں وہ پابندیاں بھی شامل ہوسکتی ہیں جو قانون وروایت کے ذریعہ عائد کی گئی ہوں۔ ادب بیان درحقیقت ادب خاموشی بھی ہے۔ جو شخص آزادیٔ بیان کے حق کا استعمال کرتا ہے لیکن حق خاموشی کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے وہ محض نصف حقیقت سے بہرہ مند ہوتا ہے کیونکہ حکماء کا قول ہے۔

دو چیز طیرہ عقل است دم فروبستن به وقت گفتن وگفتن به وقت خاموشی

یعنی دو چیزیں عقل کی تیرگی کا باعث ہواکرتی ہیں ۔ ایک کہنے کے وقت خاموش ہوجانا اور

دوسرے خاموشی اختیار کرنے کے وقت گفتگو کرنا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے خاموشی کے موقع پر خاموش رہنا اور گفتگو کے موقع پر گفتگو کرنا ہی عقل کا تقاضا ہے۔

چنانچہ دوسرے بنیادی حقوق کی طرح حق آزادئ بیان بھی مختلف بندشوں اور پابندیوں کی تابع ہے۔ اس آزادی سے فائدہ حاصل کرنے والے ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ متعلقہ قانون کے دائرہ میں رہ کر ہی حرکت کرے۔ انسانی حقوق کے جملہ بین الاقوامی ماہرین نے ان پابندیوں پر بڑی تاکید کی ہے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیہ کی دفعہ ۲۹ کے بند۔۲ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے جس کا انداز بیان یہ ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں جملہ حقوق اور آزادیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں ایک مجموعی پابندی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اطلاق ان میں سے ہر ایک پر ہوتا ہے۔

"اپنی آزادیوں اور اپنے حقوق کا استعمال کرتے وقت ہر شخص کو ان حدود کا پابند ہونا پڑے گا جو دوسرے لوگوں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کی خاطر نیز جمہوری معاشرہ میں عوامی فلاح و بہبود، عمومی نظم وضبط اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قانون کے ذریعہ متعین کی جائیں گی۔"

اسی طرح سیاسی اور سماجی حقوق کی بین الاقوامی قرارداد کی ۱۹ ویں دفعہ میں، جس کو یوروپی ممالک کے ساتھ ہی دنیا کے اکثر ممالک تسلیم کرتے ہیں، آزادئ بیان کے ذیل میں انسان کو وسیع حقوق سے مالا مال کیا گیا ہے لیکن اس قرارداد میں آزادئ بیان کے حق کے ساتھ لازمی پابندیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

اس قرارداد میں پہلے جملہ حقوق اور آزادیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اسی دفعہ میں لازمی پابندیوں کو بھی پیش کردیا گیا ہے۔ سماجی اور سیاسی حقوق کی عالمی قرارداد میں دفعہ ۱۹ کے ذیل میں جو باتیں پیش کی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہر شخص کو کسی قسم کی مداخلت کے بغیر اپنی رائے قائم رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔

۲۔ ہر شخص کو آزادی بیان کا حق حاصل ہوگا جس میں افکار وعقائد کی تلاش وتحصیل اور اپنے خیالات کو زبانی، تحریری، اشاعتی، فنی اور دیگر پسندیدہ وسائل ابلاغ عامہ کے ذریعہ دنیا بھر میں پہونچانے کا حق حاصل ہوگا۔

۳۔ اس دفعہ مذکورہ بالاعبارت میں جن حقوق کی بات کہی گئی ہے ان کے ساتھ فرائض اور

ذمہ داریوں کی نشاندہی بھی موجود ہے۔ چنانچہ ان حقوق کا استعمال کرتے وقت ان پابندیوں کی پیروی بھی لازمی ہوگی اور یہ پابندیاں قانونی ہوں گی۔

الف: اپنے حق کا استعمال کرتے وقت دوسروں کے حقوق اور ان کی حیثیت عرفی کا احترام لازمی ہوگا۔

ب: اپنے حق کے استعمال کے ساتھ قومی سلامتی ، سماجی امن وامان اور فلاح وبہبود عامہ کی حفاظت کا خیال لازمی ہوگا۔

اسی قرارداد کی دفعہ ۲۰ میں کہا گیا ہے کہ ”جنگ کے لئے کسی قسم کا کوئی بھی پروپگنڈہ قانوناً قطعی ممنوع ہوگا“۔ اس کے علاوہ وہ تمام چیزیں قانونی اعتبار سے ممنوع ہوں گی جن کے ذریعہ قومی ، نسلی اور لسانی منافرت کی وکالت کا امکان ہویا جن سے کسی قسم کے امتیاز ، کشمکش ، تناؤ اور تشدد کو فروغ حاصل ہو۔

بہرحال اس موضوع کی اہمیت وافادیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کی جانب سے انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں ۳۰ / اپریل کو ایک ”گول میز مذاکرہ“ کا اہتمام کیا گیا جس میں ہندوستان کے نامور ماہرین قانون، مفکرین اور دانشوروں نے شرکت فرمائی اور اپنے افکار عالیہ سے اس اہم موضوع کی بھرپور وضاحت فرمائی جو خصوصی رپورٹ کی شکل میں اسی شمارہ میں پیش کی جارہی ہے۔

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد حسین مظفری